تربیت اولاد کے بنیادی اسالیب کا علمی جائزہ
قرآن و سنت اور ماہرین تربیت کے بیانات کی روشنی میں

ڈاکٹر بشیر مقدسی[1]

خلاصہ

تربیت اولاد اسلامی شریعت اور بعثت انبیا (ع) کے بنیادی اہداف میں سے ایک ہے۔ قرآن کریم کامل ترین تربیتی و اخلاقی کتاب ہے جو فردی و اجتماعی جہات میں تربیت کے جامع ترین اہداف اور طریقوں پر مشتمل ہے۔ انسان کی حقیقت اور اس کی تمام ضروریات و وجوہ کی شناخت پر مبنی بہترین تربیتی راہ، وحی کی راہ ہے، یعنی اللہ کی سنت اور معصومین (ع) کی سنت۔ قرآن کریم کی آیات میں تدبر سے واضح ہوتا ہے کہ تربیت کا مفہوم صرف مادی پرورش تک محدود نہیں بلکہ یہ قوتِ بالقوہ کو فعلیت تک پہنچانے، استعدادوں کو شکوفا کرنے اور ناپسندیدہ اخلاقی صفات کے تزکیہ کو شامل ہے۔ تربیت، زندگی کے ساتھ لازم و ملزوم ہے؛ انسان جب تک زندہ ہے تربیت کا محتاج ہے کیونکہ زندگی قدرتی اور اجتماعی ماحول کے ساتھ سازگاری کا نام ہے، اور یہ سازگاری صحیح تربیت کے بغیر ممکن نہیں۔

اس مضمون کا بنیادی مقصد تربیت اولاد کے ان بنیادی اسالیب اور اہم طریقوں کا علمی جائزہ پیش کرنا ہے جنہیں تربیتی اہداف کے حصول کے لیے بروئے کار لانا ایک نتیجہ خیز تربیت کے لیے نہایت ضروری اور لازمی سمجھا جاتا ہے۔ اس تحقیق کی ضرورت اس امر میں مضمر ہے کہ آج کے دور میں تربیتی چیلنجز میں اضافہ ہو رہا ہے اور والدین کو ایسے مستند، قرآنی و نبوی طریقوں کی ضرورت ہے جو فطرت انسانی سے ہم آہنگ ہوں اور بچوں کی شخصیت کی متوازن نشوونما کو یقینی بنائیں۔

تحقیق کا طریقہ کار توصیفی و تحلیلی ہے۔ اس میں قرآن کریم کی آیات، معتبر روایات، اسلامی مفکرین اور تربیتی ماہرین کی آراء کو بطور مصادر استعمال کیا گیا ہے۔ تربیت کے مفہوم، ضرورت اور مراحل کا تجزیہ کرنے کے بعد تربیتِ اولاد کے بنیادی اسالیب ـــ جن میں نمونہ کا طریقہ، وعظ و نصیحت، محبت، کھیل، قصہ و داستان گوئی، تشویق اور تنبیہ شامل ہیں ـــ کا قرآن و سنت کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے۔

تحقیق کے نتائج یہ ہیں کہ تربیت اولاد کے یہ تمام اسالیب قرآن و سنت میں تصریح شدہ ہیں اور ان کا بروقت و مناسب استعمال بچے کی شخصیت، اعتماد نفس، عزت نفس اور اخلاقی نشوونما پر مثبت و سازندہ اثرات مرتب کرتا ہے۔ نمونہ کا طریقہ بچے کی فطری نقل کے ذریعے تربیت کو مؤثر بناتا ہے؛ محبت اور وعظ دل کی نزاکت اور عاطفی توازن کا باعث ہیں؛ کھیل اور داستان گوئی غیر مستقیم تربیت

---

[1] دانش آموختہ دکتری علوم قرآن، جامعہ المصطفیٰ العالمیہ، پاکستان۔

کے بہترین ذرائع ہیں؛ جبکہ تشویق وتنبیہ کا متوازن استعمال رویے کی اصلاح و تثبیت میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ تاہم ان اسالیب میں افراط و تفریط نقصان دہ ہے اور اعتدال ہی تربیت کی کامیابی کی ضمانت ہے۔

کلیدی الفاظ :تربیت اولاد، قرآنی اسالیب، روایات، ماہرین تربیت، تربیتی اہداف

مقدمہ اور الفاظ کی تشریح

اسلام کی انسان ساز شریعت اور بعثت انبیا (ع) کے اہم ترین اہداف میں سے ایک انسان کی تربیت اور تزکیہ ہے۔ قرآن کریم کامل ترین تربیتی اور اخلاقی کتاب ہے اور اس میں فردی و اجتماعی جہات میں تربیت کے جامع ترین اہداف اور طریقے موجود ہیں۔ اس صحیفۂ آسمانی کی آیات میں تھوڑا سا تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہترین تربیتی راہ (جو انسان کی حقیقت اور اس کی تمام ضروریات و وجوہ کی شناخت پر مبنی ہے) وحی کی راہ ہے، اللہ کی سنت اور معصومین (ع) کی سنت کی راہ ہے۔

قرآن کریم ایک ایسے آیین کی طرف بلاتا ہے جو بہترین تربیتی آیین ہے؛ چنانچہ فرماتا ہے: إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ؛ بے شک یہ قرآن اس راہ کی ہدایت کرتا ہے جو سب سے درست اور استوار ہے۔» (سورہ اسراء، آیت ۹) ہر چیز کا بیان قرآن وسنت میں موجود ہے؛ چنانچہ فرماتا ہے: وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ (سورہ نحل، آیت ۸۹) اور ہم نے تم پر یہ کتاب نازل کی جو ہر چیز کا روشن بیان ہے۔وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ (سورہ یوسف، آیت ۱۱۱) یہ آیات شریفہ اس بات کی نشان دہی کرتی ہیں کہ قرآن ہر چیز کے بارے میں روشنگر حیثیت رکھتا ہے اور فردی و اجتماعی مسائل اور مختلف علوم میں کوئی چیز ایسی نہیں جسے قرآن نے بیان نہ کیا ہو۔

اس تحریر میں ہم اس بات کے خواہشمند ہیں کہ قرآن کریم کی روح بخش آیات کے مطالعے اور تدبر کے ذریعے ان اہم ترین تربیتی طریقوں کا جائزہ لیں جن کی اس عظیم صحیفۂ آسمانی نے تصریح کی ہے۔ ابتدا میں بحث میں داخل ہونے سے پہلے (تربیت کا مفہوم، تربیت کی ضرورت اور اسلام میں اس کے مراحل) کے بارے میں مختصر وضاحت ضروری ہے۔

تربیت کا مفہوم

تربیت، صرفی اعتبار سے باب (تفعیل) کا مصدر ہے، جو فعل (رَبّی) سے مشتق ہے، اور یہ فعل ثلاثی مجرد (رَبَا یَرْبُو) سے ہے۔ اہل لغت نے ان الفاظ کے معانی میں یوں کہا ہے: (أَرْبَى الشَّيْءَ، جَعَلَهُ يَرْبُو) یعنی کسی چیز کو ایسی حالت میں رکھا کہ وہ رشد و نمو کرے۔(رَبّى، تَرْبِيَةً وَتَرَبّى الْوَلَدَ: غَذَاهُ وَجَعَلَهُ يَرْبُو) یعنی بچے کو غذا دی اور اسے رشد و نمو بخشی۔ یہ ہر اس چیز کے بارے میں صادق آتا ہے جو رشد کرتی ہے، جیسے بچہ، کھیتی اور اس جیسی چیزیں۔ (مصطفوی، حسن، التحقیق فی کلمات القرآن الکریم، ج ۴، ص ۵۲) لہٰذا (تربیت) کا لفظ لغت میں پرورانیدن یا پرورش دادن کے معنی میں ہے، یعنی: بالقوہ قوت کو فعلیت تک پہنچانا۔

تربیت عبارت ہے: انسان کی استعدادوں کو مطلوبہ سمت میں فعلیت تک پہنچانے اور شکوفا کرنے کے لیے زمینے اور عوامل فراہم کرنے سے۔ تربیت در حقیقت انسان کے رویے کی تبدیلی کا ہنر ہے۔ تربیت، انسان کی مختلف استعدادوں اور قوتوں کو نکھارنا اور ان کی پرورش کرنا ہے، جو متربی کی کوشش و محنت کے ساتھ ہونی چاہیے تاکہ انسان اپنی نسبی کمال کی انتہا تک اپنی طاقت اور توانائی کی حد کے مطابق پہنچ سکے۔

قرآن کریم میں (تربیت) کے مشتقات چند بار استعمال ہوئے ہیں، جن میں سے:

الف: (وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ) (سورہ حج، آیت ۵) تم زمین کو خشک اور بے حاصل دیکھتے ہو، پس جب ہم اس پر بارش نازل کرتے ہیں تو وہ حرکت کرتی ہے اور اس میں پودوں کی رشد و نمو کا آغاز ہوتا ہے۔

ب: (وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا) (سورہ اسراء، آیت ۲۴) کہو: اے میرے رب! میرے والدین پر رحم فرما، جس طرح انہوں نے بچپن میں مجھ پر لطف و رحمت کی۔ بعض محققین کہتے ہیں: (رَبَّيَانِي صَغِيرًا) میں (رَبَّ) مادہ (ربو) سے ہے، نہ کہ مادہ (ربب) سے، کیونکہ تربیت کا معنی ان موارد میں جہاں یہ استعمال ہوا ہے، جسمانی نمو اور زیادتی اور مادی پرورش ہے؛ اور کمال و سعادت معنوی کی طرف تربیت اور رہنمائی اکثر موارد میں ملحوظ نہیں رکھی گئی۔ البتہ تربیت کا ایک عام مفہوم ہے جو نشو و نما کے تمام مراتب کو کسی بھی کیفیت میں شامل ہو، خواہ مادی ہو یا معنوی۔ (طباطبائی، سید محمد حسین، المیزان، ج ۶، ص ۳۷۶) لہٰذا (تربیت) کا لفظ اپنی جڑ کے اعتبار سے افزونی اور پرورش کے اسباب فراہم کرنے کے معنی میں ہے۔ اس کے علاوہ، تربیت تہذیب کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے جس کا مطلب ناپسندیدہ اخلاقی صفات کو ختم کرنا ہے۔ گویا اس استعمال میں یہ نکتہ ملحوظ رہا کہ اخلاقی تہذیب معنوی مقام و منزلت کی افزونی کا باعث ہے اور اس حیثیت سے تہذیب کو تربیت کہا جا سکتا ہے۔

تربیت کی ضرورت

کوئی انسانی معاشرہ ایسا نہیں جس میں تربیتی عمل کسی نہ کسی صورت میں لاگو نہ ہوتا ہو۔ کوئی انسانی معاشرہ ایسا نہیں جو اپنے مقررات، عقائد، اخلاقی و دینی معتقدات اور اپنے علوم و فنون آنے والی نسلوں تک منتقل نہ کرتا ہو؛ لیکن یہ عمل ابتدا میں خود بخود اور ناخودآگاہ طریقے سے آداب و رسوم اور روایات کے ذریعے انجام پذیر ہوتا ہے۔

چنانچہ پروتاگوراس (یونان کے مشہور سوفسٹ) کہتا ہے (اخلاقی تربیت) دینی علوم کی کسی قسم کی تعلیم یا معلومات یا کسی خاص دانش کی منتقلی نہیں ہے؛ اس کے نزدیک اخلاق کے قلمرو میں، ان اقدار کے علم کے سوا جن کی تائید معاشرے کا وجدان کرتا ہے اور بالتبع سب کے لیے معلوم ہیں، کوئی دوسرا علم موجود نہیں۔ عدل و انصاف کے لیے کوئی قاعدہ و قانون اس کے سوا جو ہر مدینے میں اس عنوان سے قبول کیا گیا ہے (جب تک اس عنوان سے مقبول ہے) وجود نہیں رکھتا۔ (عالمی، سید محمد حسین، تربیت از دیدگاہ اسلام، ص ۲۳)

زندگی اور تربیت انسان کے لیے دو لازم و ملزوم مفاہیم ہیں کہ ایک کے بغیر دوسرے کا وجود ممکن نہیں۔ انسان جب تک زندہ ہے تربیت کا محتاج ہے اور اسے تربیت دی جاتی ہے تاکہ وہ زندگی گزار سکے؛ کیونکہ زندگی، قدرتی اور اجتماعی ماحول کے ساتھ سازگاری ہے۔ البتہ ہمیشہ سازگاری نہیں ہوتی، بلکہ بعض مواقع ناسازگاری بھی ہوتی ہے؛ چنانچہ بعض انبیا، پیشواؤں، علما اور مصلحین نے اپنی امت کے درمیان اپنے اجتماعی ماحول کے ساتھ سازگاری نہیں رکھی، کیونکہ سازگاری، یادگیری اور بصیرت کی متقاضی ہے۔ انسان ناچار ہے کہ زندہ رہنے کے لیے اپنے قدرتی اور اجتماعی ماحول کے ساتھ سازگاری پیدا کرے اور یہ سازگاری اس صورت میں سودمند ہو گی کہ سازندہ اور مثبت ہو، اور اس قسم کی سازگاری کی پیدائش صحیح تربیت کی متقاضی ہے۔ البتہ سازگاری کی مختلف صورتیں ہیں جیسے فرمانبرداری، مدارا اور صلح و دوستی، جن کا تفصیلی ذکر اس مختصر تحریر کی گنجائش سے باہر ہے۔

تربیت، فرد کو معاشرے کے بارے میں اپنے فرائض سے آگاہ کرتی ہے۔ یہ تربیت ہے جو انسان کی زندگی کو حقیقی حیات اور معنی بخشتی ہے اور اسے حیوان پر اس کی برتری کا باعث اور اس کی استعدادوں کی شکوفائی کا موجب بنتی ہے۔ تربیت انسان کی زندگی میں بنیادی کردار رکھتی ہے۔ (تربیت اپنے وسیع اور صحیح معنی میں تمام اجتماعی رویوں کی اصلاح کی بنیاد ہے۔ شہید مطہری معاشرے میں تبدیلی کا اہم ترین اور شاید واحد ذریعہ تربیت ہے اور تربیت کو ہر قسم کے سیاسی یا اجتماعی اقدام پر مقدم ہونا چاہیے۔) (مطہری، مرتضی، تعلیم و تربیت در اسلام، ص ۱۵)

تھوڑے سے تفکر سے واضح ہوتا ہے کہ انسان کا انسان بننا، تعلیمی اور تربیتی کاموں کا مرہون منت ہے۔ انسان کی اجتماعی زندگی، روابط کے ایک سلسلے سے عبارت ہے؛ اور یہ روابط اس صورت میں سالم اور سودمند ہوں گے کہ فرد اخلاقی تربیت سے بہرہ مند ہو۔

اس مضمون میں تربیت اولاد کے ان بنیادی **اسالیب** اور اہم طریقوں پر بحث کی جاتی ہے جنہیں تربیتی اہداف کے حصول کے لیے بروئے کار لانا ایک نتیجہ **خیز** تربیت کے لیے نہایت ضروری اور لازمی قرار دیا گیا ہے۔

ابن سینا کا خیال تھا کہ مربی کو چاہیے کہ تربیت کے ان بنیادی اسالیب طریقوں کو بروکار لائیں اور بچے کو برے کاموں سے دور کر کے نیک کاموں کا عادی بنائیں۔ کبھی اسے تشویق اور حوصلہ افزائی کے ذریعے اور کبھی ڈر تنبیہ کے ذریعے۔ سکھانے کے وقت معتدل رویہ رکھے۔ بچے کو پہچانے اور اس کی طبع اور قریحہ کو پرکھے۔ بچے کے ذوق اور شوق کو فن اور پیشے کے انتخاب میں ملحوظ رکھے تاکہ عملاً کسب معاش کا عادی ہو جائے۔ (احمدی، سید احمد، اصول و روشہائے تربیت در اسلام، ص ۷۰)

یہاں اس بات کا ذکر ناگزیر ہے کہ تربیت کے اسالیب نتائج و اثرات کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں اور اثر پذیری میں سب برابر نہیں۔ تاہم اسلامی تربیت کے تمام طریقے قرآن و سنت ہی سے ماخوذ ہیں اور انہی طریقوں پر عمل ہی اسلامی تربیت کو حقیقت کا

روپ دیتا ہے۔ ذیل میں ہم ان تمام اسالیبوں کا مختصر جائزہ لیتے ہوئے یہ واضح کریں گے کہ کون سا طریقہ زیادہ موثر اور کارآمد ہے۔

ا۔اسوہ سازی (مثالی نمونہ)

تربیت کے اس اسلوب کو سب سے پہلے بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی ابتدائی تربیت نمونہ اور آئیڈیل کی پیروی کے نتیجے میں ہی تشکیل پاتی ہے، کیونکہ بچہ اپنی زندگی کے ابتدائی سالوں میں اپنے اعمال، عادات اور رویوں میں اپنے ارد گرد کے افراد، خصوصا والدین، کی نقل اور پیروی کرتا ہے۔ جوان اور نوجوان بچوں اور بچیوں میں کسی کی پیروی کرنے یا کسی کو اپنا آئیڈیل بنانے کی خواہش کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے۔ اسی پیروی کی بدولت اس کی تربیتی ساخت منظّم اور ہم آہنگ بنتی ہے۔ لہٰذا اس سے پہلے کہ بچہ کسی غیر مہذب اور نادرست انسان کو بہ طور آئیڈیل اپنا لے، والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کے لیے ایک مثالی نمونہ تیار کریں، اسوہ سازی کریں اور خود بھی اپنے اعمال و کردار کے ذریعے بچے کی تربیت میں موثر کردار ادا کرنے کی جد و جہد کریں۔

چنانچہ ماہرین تربیت کہتے ہیں کہ انسان فطری استعداد اور ذاتی آمادگی کے ساتھ سیکھنے اور تربیت کے لیے اس دنیا میں آیا ہے، اور تربیت و تعلیم کے راستوں میں سے ایک اسوہ سازی کا اسلوب بھی ہے۔ (دلشاد تہرانی، مصطفیٰ، سیری در تربیت اسلامی، ص ۲۴۴)

اس طریقے میں ایک باریک نکتہ یہ ہے کہ ماں باپ براہ راست بچے کی تربیت نہیں کرتے بلکہ بالواسطہ اس کی تربیت کرتے ہیں اور یہ بچہ خود کو ان کے قریب کرتا ہے اور اس طرح بچے کی شخصیت محفوظ رہتی ہے۔ اس قریب ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ پھر تربیتی مسائل اس پر تھوپے نہیں جاتے۔ بچہ اپنے والدین کے ساتھ ارتباط میں ان کے کمالی خصلتوں کا شیفتہ ہو جاتا ہے اور والدین کی طرف جذب ہو کر ان کے نیک رویوں سے نمونہ لیتا ہے اور انہیں اپنا ائیڈیل بناتا ہے۔ (رشیدپور، مجید، آشنائی با تعلیم و تربیت اسلامی، ص ۵۵)

لہٰذا وہ باپ اور ماں جو اپنے فرزندان کی تربیت کے کام میں دلچسپی رکھتے ہیں، انہیں چاہیے کہ بچے پر توجہ دینے اور زبان کے ذریعے اس کی رہنمائی کرنے کے بجائے خود کو مہذب بنائیں تاکہ ان کے معنوی، روحی اور جسمی کمالات ہدایت کا باعث بنیں۔ (رشیدپور، آشنائی با تعلیم و تربیت اسلامی، ص ۵۶) امام کاظم (ع) سے منقول ہے: بِرُّوا أَوْلَادَكُمْ وَأَحْسِنُوا إِلَيْهِمْ فَإِنَّهُمْ يَظُنُّونَ أَنَّكُمْ تَرْزُقُونَهُمْ. اپنے فرزندان کے ساتھ نیکی کرو اور ان پر احسان کرو کیونکہ وہ گمان کرتے ہیں کہ تم انہیں روزی دیتے ہو۔) (بحارالانوار، ج ۷۴، ص ۷۷) نمونوں کا کردار بچے کی تربیت کا سب سے حساس کردار ہے، یہاں تک کہ صالح نمونے بچوں کو نیک انجام اور سعادت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور فاسد نمونے بچوں کو فساد کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں۔ کیونکہ بچے ان نمونوں سے روحی وابستگیوں کی وجہ سے مکمل طور پر رنگ قبول کرتے ہیں؛ اور چونکہ وہ سب سے پہلے اپنے والدین سے نمونہ لیتے ہیں، لہٰذا اس طریقے میں لغزش اور غلطی ناقابل تلافی ہو گی۔ (دلشاد تہرانی، سیری در تربیت اسلامی، ص ۲۴۴) دین اسلام نے بھی اس

طریقے کو قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے، اور خداوند نے اپنی کتاب میں اپنے رسول کو مکمل اور جامع نمونہ قرار دیا ہے اور فرماتا ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. یقیناً تمہارے لیے رسول خدا (کی خصلتوں اور روش) میں نیک اور پسندیدہ نمونہ اور سرمشق ہے۔ (سورہ احزاب، آیت ۲۱)

تربیت اولاد میں اس اسلوب کو بروی کار لانے کا ترتیب وار طریقہ رہبر شہید کی نظر میں

رہبر شہید انقلاب آیہ اللہ سید علی خامنہ قدس سرہ نے تربیت اسلامی میں اسوہ سازی، کی طرف اہمیت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اسے نہایت مؤثر و کارآمد قرار دیا ہے۔ چنانچہ اسی اہمیت اور تاثیر کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور معصومینؑ نے اپنی احادیث میں اس طریقے کو بروئے کار لایا ہے۔ اس طریقے کی لطیف بات یہ ہے کہ مربی (تربیت کرنے والا) براہ راست تربیتی کام انجام نہیں دیتا، بلکہ تربیت بالواسطہ طور پر وقوع پذیر ہوتی ہے۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ متربی (تربیت پانے والا) کی شخصیت محفوظ و مصون رہتی ہے۔ چنانچہ رہبر شہید انقلاب، حضرت آیت اللہ خامنہ ای، اس اسلوب کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بنیادی نکتہ یہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر ائمہ کی ولادت پر محفل جشن وغیرہ محض ایک رسم اور یادگار واقعے کے طور پر نہیں منایا جاتا، بلکہ عید منانا درس لینے کے لیے ہے، پیغمبر اکرمؐ کو نمونہ قرار دینے کے لیے ہے۔ ہمیں درس لینا چاہیے؛ اسوہ کا مطلب یہی ہے۔ (خامنہ ای، ۱۴۰۱/۷/۲۲، نظام کے ذمہ داروں اور اسلامی اتحاد کانفرنس کے مہمانوں سے خطاب)

اسوہ سازی میں مربی کی ذمہ داریاں

اس اسلوب کی اہمیت اور ضرورت کے پیش نظر، ذیل میں اس اسلوب کے بعض پہلوؤں کو رہبر شہید کے تربیتی افکار کی روشنی میں مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔ اس اسلوب کو مزید مؤثر اور کارآمد بنانے کے لیے، رہبر شہید کی نظر میں مندرجہ ذیل اصولوں پر عمل کرنا لازمی اور ضروری ہے:

مثبت نمونوں کو پیش کرنا

مربی (تربیت کرنے والا) کی بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ متربی (جس کی تربیت کی جا رہی ہو) کے سامنے حقیقی اور مثبت مثالی نمونے پیش کرے، جو حقیقت میں موجود اور قابلِ مشاہدہ ہوں۔ اس عمل کو دو طریقوں (براہِ راست اور بالواسطہ) سے انجام دیا جاسکتا ہے:

بالواسطہ : یعنی وہ طریقہ جس میں مربی مثبت مثالی نمونوں کی صفات اور خصوصیات بیان کرکے متربی کو ان کے قریب کرتا ہے؛ یعنی کسی ایک خاص شخص کو بطورِ نمونہ اخذ کرنے کا حکم نہیں دیا جاتا۔ چنانچہ رہبر شہید انقلاب، حضرت آیت اللہ خامنہ ای کا فرمان ہے:

قرآن نے چار عورتوں کا نام لیا ہے جو نمونہ ہیں؛ دو نیک لوگوں کا نمونہ اور دو بد لوگوں کا نمونہ۔ اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ دو

عورتوں کو مومنوں کے نمونے کے طور پر ذکر کرتا ہے... وہ پہلی عورت، فرعون کے محل نے اسے مسحور اور خیرہ نہ کر سکا؛ موسیٰ کی ایمان نے اس کا دل جیت لیا اور اس کے دل پر قبضہ جما لیا؛ موسیٰ پر ایمان لائی۔ جب ایمان لائی اور راستہ پہچان لیا، تو ساری راحت اور آسائش چھوڑ دی اور پھر وہ عظیم محل اس کے سامنے کوئی کشش نہ رکھتا تھا؛ کہا: رَبِّ ابْنِ لِی عِندَكَ بَيتًا فِی الجَنَّةِ: میں جنت کا گھر ترجیح دیتی ہوں؛ دنیا کی زندگی کی کوئی قدر نہیں۔ حضرت مریم نے بھی اپنا دامن پاک اور صاف رکھا... یہ چار عورتیں صرف عورتوں کے لیے نمونہ نہیں ہیں، بلکہ تمام عورتوں اور مردوں کے لیے نمونہ ہیں... (خامنہ ای، ۱۷/۰۵/۱۳۸۳، مداحوں کے ایک گروہ سے خطاب)

براہ راست : یعنی وہ طریقہ جس میں مربی براہِ راست حکم دے کر متربی کو مثبت نمونوں کی صحبت اور ہم راہی کی طرف لے جاتا ہے۔

چنانچہ رہبرِ شہیدِ انقلاب، حضرت آیت اللہ خامنہ ای کا فرمان ہے:

باپ اور ماؤں کو چاہیے کہ بچوں کو شروع ہی سے کتاب سے مانوس کریں۔ یہاں تک کہ چھوٹے بچوں کو بھی کتاب سے انس پیدا کرنا چاہیے۔ کتاب کی خریداری خاندان کے اہم اخراجات میں سے ایک ہونی چاہیے۔» (خامنہ ای، ۲۶/۰۲/۱۳۷۴، کتاب میلے کے دورے کے اختتام پر انٹرویو)

مثالی نمونوں کی خصوصیات کی وضاحت اور توصیف کرنا

مربی کی ذمہ داری ہے کہ وہ مطلوبہ نمونوں کو ذہن میں رکھے، ان کی خصوصیات بیان اور توصیف کرے، اور متربی کے لیے ایسا ماحول فراہم کرے کہ وہ تصور اور تجسم کے ذریعے ایک نمونہ بنائے۔ (خامنہ ای، ۲۱/۰۹/۱۳۹۷، شہداء کے خاندانوں کے ایک گروہ سے خطاب)

منفی نمونوں سے بیزاری پیدا کرنا

مربی کی ذمہ داری ہے کہ وہ منفی نمونوں اور شخصیات کو اس طرح نمایاں کرے کہ متربی کے اندر ان سے بیزاری اور نفرت پیدا ہو جائے۔ اس عمل کو بھی دو طریقوں (براہِ راست اور بالواسطہ) سے انجام دیا جا سکتا ہے:

بالواسطہ : یعنی وہ طریقہ جس میں مربی (تربیت کرنے والا) منفی نمونوں کی صفات اور خصوصیات کے قالب میں متربی (جس کی تربیت کی جا رہی ہو) کو ان سے دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ رہبرِ شہیدِ انقلاب، حضرت آیت اللہ خامنہ ای کا فرمان ہے:

آپ میں سے ہر ایک کے پاس یقیناً بہت تجربات ہیں ان شاگردوں کے بارے میں جن کی آپ نے تربیت کی اور یہ طریقہ کار گر ثابت ہوا؛ تربیت کو اس نے آسان تر کر دیا۔ گالی دینا، حقارت کرنا، یہاں تک کہ مارنا، اچھا نہیں — حالانکہ «الضرب لاتأديب» ان حرفوں میں سے ہے جو قدیم سے معروف اور معمول بھی رہا ہے، لیکن انہوں نے دکھایا کہ نہیں، مارنا اچھا نہیں

—— میں بھی اسی عقیدے کا ہوں۔ شاگرد کو بال کی طرح ہاتھ میں گھما کر شکل دینی چاہیے؛ ملامت کے ساتھ۔ استاد کا ہنر یہی ہے۔ یہ بھی اس قدر کی ایک اور بخش ہے معلم کے بارے میں۔ (خامنہ ای، ۱۲/۰۲/۱۳۸۷، صوبہ فارس کے اساتذہ سے خطاب)

براہِ راست : جس میں مربی براہِ راست منع کرکے متربی کو برے نمونوں کی صحبت اور ہم راہی سے روکتا ہے؛ مثلاً: اپنے رفتار و کردار میں فلاں شخص کی پیروی نہ کرو، وہ تمہیں بد کردار انسان بنا دے گا۔ چنانچہ رہبرِ شہیدِ انقلاب، حضرت آیت اللہ خامنہ ای کا فرمان ہے:

لہٰذا وہ لوگ جو اسلامی جمہوریہ کے نظام میں ذمہ داری رکھتے ہیں، ان چیزوں میں سے ایک جن پر واقعی توجہ دینی چاہیے اور تقویٰ کا لازمی حصہ ہے، یہ ہے کہ وہ تجملاتی اور تشریفاتی زندگی اور اس جیسی چیزوں کے پیچھے نہ بھاگیں۔ عام زندگی گزاریں، اسراف اور اس جیسی چیزوں سے باز رہیں۔ (خامنہ ای، ۲۴/۰۲/۱۳۹۸، نظام کے ذمہ داروں سے خطاب)

معصوم اور غیر معصوم نمونوں کی معرفی

مربی کی ذمہ داری ہے کہ وہ معصوم نمونوں (پیغمبرِ اکرمؐ اور اہلِ بیتؑ) اور غیر معصوم نمونوں (امام خمینی، آیت اللہ مصباح یزدی، شہید سلیمانی) کی معرفی کرے۔ چنانچہ رہبرِ شہیدِ انقلاب، حضرت آیت اللہ خامنہ ای کا فرمان ہے:

پس رسولِ اعظمؐ کی مبارک ولادت کی یاد کو زندہ رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم اس آیتِ شریفہ کے مفہوم پر عمل کریں جو فرمایا: «لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا»۔ پیغمبرِ اکرمؐ اسوۂ حسنہ ہیں؛ یہ قرآن صراحت سے کہتا ہے۔ اسوہ ہونے کا کیا مطلب ہے؟ یعنی ایک ایسا نمونہ جس کی ہمیں پیروی کرنی چاہیے۔ (خامنہ ای، ۲۲/۰۷/۱۴۰۱، نظام کے ذمہ داروں اور اسلامی اتحاد کانفرنس کے مہمانوں سے خطاب) پیغمبر اور ائمہ معصومینؑ بہترین پیشوا ہیں؛ کوشش کریں کہ انہیں پہچانیں اور ان کی پیروی کریں۔ (خامنہ ای، ۲۴/۰۹/۱۳۹۸، ایک نوعمر لڑکی کے خط کا جواب، جو عرصہ تکلیف میں داخل ہونے کے بارے میں تھا)

متربی کے اندر اندرونی رغبت پیدا کرنا:

مربی کو چاہیے کہ وہ جبر یا دباؤ کے بجائے متربی کے اندر خود سے نمونہ اخذ کرنے کی رغبت پیدا کرے۔ غیر مستقیم طریقے میں مربی صرف صفات بیان کرتا ہے تاکہ متربی کی فطری طلب اور اندرونی رغبت سے نمونہ اخذ کرے۔

آیات و روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تربیت کا یہ طریقہ اور اسلوب بچے کی شخصیت اور رویے کی تشکیل میں اہم اور بنیادی کردار ادا کرتا ہے، اور اسی بنیاد پر اصلاح اور بہتری ممکن ہوتی ہے۔ لہٰذا جیسا کہ ذکر ہوا یہ مثالی نمونہ کا طریقہ بہت اہم کردار رکھتا ہے اور والدین کو چاہیے کہ اپنے رویے اور حرکات کا خیال رکھیں اور دینی احکامات کے پابند رہیں تاکہ صالح فرزندان تربیت کرکے معاشرے کے حوالے کر سکیں۔ بہ طور مثال اگر بچے کو نمازی بنانا ہو تو خود والدین کو چاہیے کہ وہ خود بروقت نماز ادا کیا کریں جب بچہ انہیں منظّم طریقے سے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتا ہے تو وہ خود بخود نمازی بن جاتا ہے زبردستی نماز پڑھوانے کی ضرورت نہیں

پڑے گی۔ والدین بچوں کے سامنے اپنے والدین کا احترام کریں ان کے ساتھ نیکی کریں تو بچہ کل اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرے گا احترام کرے گا.

تربیت اولاد میں وعظ و نصیحت کا اسلوبِ

تربیتِ اولاد میں مؤثر کردار ادا کرنے والا دوسرا طریقہ، جس پر قرآن و روایات میں تاکید کی گئی ہے، وعظ و نصیحت کا اسلوب ہے۔ کتبِ لغت میں وعظ کے مختلف معانی بیان کیے گئے ہیں۔ مفرداتِ راغب میں وعظ کی تعریف اس طرح کی گئی ہے: «الوعظ ہو زجر مقرون بالتخویف» یعنی وعظ روکنے اور منع کرنے کے معنی میں آتا ہے، جو ڈرانے کے ساتھ ہو۔ (مفردات راغب الاصفہانی، ص ۵۲۷)

مرتضٰی مطہری وعظ کو تربیت کا ایک ایسا ذریعہ اور آلت قرار دیتے ہیں جو انسان کے دل پر اثر کرتا ہے اور اس کے اندر انسانیت کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ مردہ دلوں کو نیکی کی راہ پر متحرک کرتا ہے۔ یعنی وعظ و نصیحت انسان کے دل کی گہرائیوں میں احساسات کی خوابیدہ لہروں کو بیدار کرتی ہے، جس کے نتیجے میں انسان میں برائیوں سے باز رہنے اور نیکیوں کی طرف مائل ہونے کا جذبہ ٹھاٹھیں مارنے لگتا ہے۔ نیز وعظ و نصیحت انسان کے دل کو قساوت اور کدورت سے پاک کرکے اسے جلا بخشتی ہے، جس کے نتیجے میں آدمی الٰہی کمالات سے متصف ہونے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ (مطہری، مرتضی، دہ گفتار، ص ۲۲۴)

نیز یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں کہ انسان اپنی زندگی میں ہمیشہ پند و نصیحت کا محتاج رہتا ہے؛ حتیٰ کہ انبیاء اور ائمہ معصومین (ع)، جو خود معصوم اور پاک ہیں، خود کو پند واندرز کا محتاج سمجھتے ہیں۔ فرزند بھی اپنی زندگی کے دوران وعظ اور نصیحت کے محتاج رہتے ہیں اور یہ اہم وظیفہ والدین کے کندھوں پر ہے۔ لیکن یہ نصیحتیں اپنی حد سے تجاوز نہ کریں اور والدین یہ جان لیں کہ:

كُلُّ شَيْءٍ تَجَاوَزَ عَنْ حَدِّهِ انْقَلَبَ إِلَى ضِدِّهِ ہر چیز جو اپنی حد اور اندازے سے تجاوز کرے، وہ الٹا نتیجہ دیتی ہے۔ (مظاہری، ہشدارہائے تربیتی، ص ۸۹) امام خمینی (رہ) فرماتے ہیں: نصیحت واجبات میں سے ہے، اسے ترک کرنا شاید کبیرہ گناہوں میں سے ہو۔ (صحیفہ نور، ج ۱، ص ۲۱) ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: لوگوں کی ارشاد، اگرچہ وہ اچھے ہوں، ایک راجح امر ہے۔ خدائے تبارک و تعالیٰ پیغمبر کو نصیحت کرتا ہے اور تقویٰ کا حکم دیتا ہے۔ (صحیفہ نور، ج ۱، ص ۲۲۰)

تربیت اولاد میں اسلوبِ وعظ و نصیحت رہبر شہید کے تربیتی افکار کی روشنی میں

رہبرِ شہیدِ انقلاب، حضرت آیت اللہ خامنہ ای، وعظ و نصیحت کی اہمیت اور اس کے آداب کے بارے میں فرماتے ہیں: نصیحت کرنا ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ نصیحت کرنے والے کو چاہیے کہ وہ پہلے خود عمل کرے، پھر دوسروں کو نصیحت کرے۔ اگر نصیحت کرنے والا خود عمل نہ کرے تو اس کی نصیحت دوسروں کے دل پر اثر نہیں کرتی۔» (خامنہ ای، ۲۰/۰۱/۱۳۷۵، خطاب بہ طلاب)

جس طرح بچوں کی تربیت میں نرمی اور محبت ضروری ہے، اسی طرح نصیحت اور وعظ بھی ایسا ہونا چاہیے کہ سننے والے کے دل پر اثر کرے۔ سخت گیری اور بدزبانی سے نصیحت کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔ (خامنہ ای، ۱۵/۰۵/۱۳۸۰، خطاب بہ معلمان)

قرآن کریم میں وعظ کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے انسان کو اس کی فطرت اور اس کے اندر کی نیکی کی طرف متوجہ کیا جائے، پھر نصیحت کی جائے۔ اسی لیے قرآن میں وعظ کو شفا اور رحمت کہا گیا ہے۔» (خامنہ ای، ۱۰/۰۳/۱۳۸۵، خطاب بہ اساتید)

والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں کو نصیحت کرتے وقت ان کی عزت نفس کا خیال رکھیں۔ نصیحت وہ نہیں جو انسان کو ذلیل کرے، بلکہ نصیحت وہ ہے جو انسان کو بلند کرے اور اس کے اندر خود سے سیکھنے کا جذبہ پیدا کرے۔ (خامنہ ای، ۰۱/۰۲/۱۳۹۰، خطاب بہ خانوادہ ہا)

اگر نصیحت کرنے والا خود اپنے عمل سے نمونہ بن جائے تو اس کی نصیحت دلوں کو فتح کر لیتی ہے۔ لیکن اگر زبان اور عمل میں تضاد ہو تو نصیحت الٹا اثر دیتی ہے۔ (خامنہ ای، ۱۵/۰۹/۱۳۹۵، خطاب بہ مسئولان)

بہر حال اس طریقے کے مؤثر ہونے کی اصل کو انسان کی فطرت اور ضمیر میں تلاش کرنا چاہیے۔ انسان اگرچہ فطری طور پر خدا کو پہچانتا ہے اور اپنے اچھے اور برے کردار کو جانتا ہے، لیکن روزمرہ کے بے شمار مشغلوں اور زندگی کے مختلف امور و شؤون کی طرف توجہ غالباً اس بات کا سبب بنتی ہے کہ انسان ان شناختوں کو فراموش کر دے اور خدا کی یاد کو دل سے نکال دے۔ یہاں ہے کہ ہمیں کسی طریقے سے اسے یاد دلانا چاہیے اور وعظ میں ایسی ہی خصوصیت ہے۔

خداوند قرآنِ کریم میں اپنے بندوں کو اس طرح وعظ کرتا ہے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِين اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نصیحت آئی ہے اور سینوں میں جو کچھ ہے اس کے لیے شفا، اور مؤمنوں کے لیے ہدایت اور رحمت۔ (سورہ یونس، آیت ۵۷)

وعظ کا طریقہ اور شیوہ بھی اسلام میں بیان ہوا ہے: ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ. اپنے پروردگار کی راہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دو؛ اور ان سے اس طریقے سے بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔ (سورہ نحل، آیت ۱۲۵)

قرآن کریم خطاب کرتے ہوئے پیغمبر (ص) کی ازواج سے کہتا ہے: أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنْصَحُ لَكُمْ. میں اپنے پروردگار کے پیغامات تمہیں پہنچاتا ہوں اور تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ (سورہ اعراف، آیت ۶۲)

نچوڑ

اس اسلوب کے متعلق مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ وعظ و نصیحت تربیت اولاد کا وہ فطری اور قرآنی اسلوب ہے جو انسان کے دل کی گہرائیوں میں اتر کر اس کے اندر نیکی کا جذبہ بیدار کرتا ہے اور برائی سے باز رکھتا ہے۔ یہ انسان کی فطرت سے ہم آہنگ ہے، اسی لیے انبیاء اور ائمہ معصومین (ع) بھی خود کو اس کا محتاج سمجھتے ہیں۔ لیکن اس کا مؤثر ہونا تین شرطوں پر منحصر ہے:

اول : نصیحت کرنے والا خود عمل کرے، ورنہ اس کی نصیحت دلوں پر اثر نہیں کرتی۔

دوم : نصیحت حد سے تجاوز نہ کرے، کیونکہ ہر چیز جو حد سے بڑھے، الٹا نتیجہ دیتی ہے۔

سوم : نصیحت نرمی، محبت اور عزتِ نفس کے ساتھ ہو، نہ کہ سخت گیری اور بدزبانی کے ساتھ۔

قرآن نے وعظ کو «شفا»، «ہدایت» اور «رحمت» قرار دیا ہے اور اس کا طریقہ «حکمت» اور «موعظہ حسنہ» بتایا ہے۔ پس اگر والدین اس اسلوب کو قرآن و روایات کے بتائے ہوئے آداب کے مطابق اپنائیں تو یہی وہ راستہ ہے جو نسلوں کو سنوار سکتا ہے۔

: تربیت اولاد میں کھیل کا اسلوبِ

تربیت اولاد ایک ایسا فن ہے جس میں ہر اسلوب کا اپنی افادیت اور اپنی اہمیت ہے۔ انہی اسالیب میں سے ایک اہم اور فطری اسلوب کھیل کا اسلوب ہے۔ کھیل بچے کی فطرت کا حصہ ہے، اس کی صحت مند نشو و نما کا ذریعہ ہے اور اس کی شخصیت سازی کا ایک مؤثر وسیلہ بھی۔ اسلام نے نہ صرف کھیل کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے، بلکہ معصومین (ع) کے عملی سیرت میں ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ بچوں کو کھیلنے میں آزاد چھوڑا جائے اور خود بھی ان کے کھیل میں شریک ہو کر ان کی شخصیت کا احترام کیا جائے۔ یہی وہ اسلوب ہے جو بچے کی جسمانی، عاطفی اور عقلی نشو و نما کو تقویت دیتا ہے اور والدین کو اپنے بچوں کو سمجھنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ چنانچہ ماہرین تربیت کا ماننا ہے کہ :

کھیل بچے کے لیے ایک فطری ضرورت ہے تاکہ وہ صحت مند طور پر نشو و نما پا سکے۔ تمام انسان خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے، حتیٰ کہ الٰہی انبیاء نے بھی اپنے بچپن میں کھیل کی طرف رجحان رکھا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ کھیل انسان کی فطری ضروریات میں سے ہے؛ لیکن بعض والدین ضرورت کا علم رکھنے کے باوجود اس کی تکمیل میں کوتاہی کرتے ہیں اور اس سے غافل ہو جاتے ہیں۔ (حسینی زادہ، سیرہ تربیتی پیامبر و اہل بیت، ج ۱، ص ۱۱۲)

بچے کی زندگی کے پہلے سات سالوں کی بنیادی ضروریات میں سے ایک اسے خوب کھیلنے کا موقع فراہم کرنا ہے؛ جیسا کہ روایات میں آیا ہے: دَعِ ابْنَکَ یَلْعَبْ سَبْعَ سِنِینَ .اپنے فرزند کو چھوڑ دو کہ وہ سات سال کی عمر تک کھیلے۔» (حر عاملی، وسائل الشیعہ، ج ۱۵، ص ۱۹۳، ش ۱)

پس کھیل بچے کے لیے ضروری ہے۔ کھیل کے بغیر بچپن کا تصور ناممکن ہے۔ اولیائے الٰہی اس کے علاوہ کہ وہ بچوں کو کھیلنے میں آزاد چھوڑتے تھے، خود بھی ان کے کھیلوں میں شرکت کرتے تھے، در حقیقت جس طرح وہ ان کے کھیل کو رونق دیتے تھے اسی طرح وہ ان کی شخصیت اور زندگی کا احترام کرتے تھے۔

پیغمبر اکرم (ص) بھی ایسے تھے، نہ صرف بچوں کو کھیل میں آزاد چھوڑتے بلکہ خود بھی ان کے کھیل میں شرکت کرتے۔ (عوفی، محمد، جوامع الحکایات و لوامع الروایات، جزاول از قسم دوم، باب دوم، ص ۳۰) ہاں، پیغمبر (ص) بچوں کا احترام کرتے اور انہیں شاد و خوشحال کرتے۔ حتیٰ کہ اگر وہ انہیں کھیل سے باز رکھنا چاہتے تو اس طرح عمل کرتے کہ وہ مکمل رضامندی سے یہ کام قبول کرتے۔ والدین کو بھی چاہیے کہ اولیائے الٰہی کے اس رویے سے نمونہ لیں اور اپنے بچوں کے ساتھ صحیح طریقے سے پیش آئیں۔ یعنی اگر وہ انہیں کھیل یا کسی کام سے منع کرنا چاہیں تو زبردستی اور خشونت سے نہ ہو۔

بچپن کی ابتدائی عمروں میں، کھیل، پانچ حواس کی تقویت، اعضاء کے کنٹرول اور ان کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ انہی عمروں میں بچہ کھیل میں اپنے عواطف اور احساسات گڑیے یا ان افراد پر ظاہر کرتا ہے جو اس کے ساتھ کھیل میں شریک ہوتے ہیں، اپنے خوف اور تردید باہر نکالتا ہے، محبت کرنے کا تجربہ کرتا ہے اور سیکھتا ہے کہ ہمیشہ اسے محبت کا نشانہ نہیں بننا چاہیے، بلکہ کبھی اسے غصے کا سامنا بھی ہو سکتا ہے؛ دوسرے الفاظ میں، زندگی کی عینی حقیقتوں کا تجربہ بچہ کھیل میں کرتا ہے، کبھی ہنستا ہے اور کبھی روتا ہے اور اس طریقے سے جذباتی اور عاطفی توازن تک پہنچتا ہے۔ اسی طرح کھیل کی مدد سے اس کی عقل اور ذہن کی نشوونما بھی آسان اور تیز ہوتی ہے اور بڑھتی ہے۔» (حسینی زادہ، سیرہ تربیتی پیامبر و اہل بیت، ج ۱، ص ۱۱۹-۱۲۰)

لہٰذا بچوں کا کھیل ایک ذریعہ ہے اس بات کا کہ ہم اپنے بچوں کو پہچانیں اور سمجھیں کہ وہ کس رفتار سے ناراض اور کس عمل سے خوش ہوتے ہیں۔

بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے بچہ بننا ضروری ہے:

ماہرین تربیت کا کہنا ہے ایک نکتہ جو والدین کو بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے ملحوظ رکھنا چاہیے یہ ہے کہ کھیل کے وقت وہ کوشش کریں کہ خود کو بچپن کی حد تک نیچے لائیں اور بچوں کی طرح ان کے ساتھ کھیلیں اور بچوں کی زبان میں ان سے بات کریں۔ نہ یہ کہ کھیل کے درمیان امر و نہی کریں اور ان کی رہنمائی کریں۔ معصومین (ع) بھی بچوں کے ساتھ ایسا ہی رویہ رکھتے تھے، اپنے شایستہ اور بلند مقام کے باوجود، لیکن کھیل کے وقت خود کو بچوں کی سواری کی حد تک نیچے لاتے تھے اور اسی طرح ہمیں بھی اس چیز کی تاکید کی ہے کہ:

مَنْ كَانَ عِنْدَهُ صَبِيٌّ فَلْيَتَصَابَّ لَهُ (وسائل الشیعہ، ج ۱۵، ش ۲، ص ۲۰۳) جس کے پاس بچہ ہو اسے چاہیے کہ اس کے ساتھ بچہ بن جائے۔ یعنی بچوں کے ساتھ بچوں والی زبان میں بات کرنی چاہئے بچہ بننا چاہئے

اء اء ۴ تربیت اولاد میں کھیل کے اسلوب کی اہمیت اور طریقہ ـــــ رہبرِ شہید کے تربیتی افکار کی روشنی میں

رہبرِ شہید نے اس اسلوب کی اہمیت بیان کرتے ہوئے اسے بروئے کار لانے کا طریقہ بھی اپنے بیانات میں واضح فرمایا ہے۔ اس طریقے کو نتیجہ خیز اور نہایت مؤثر بنانے کے لیے ان کے فرامین پر عمل کرنا نہایت ضروری اور لازمی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

ا۔ کھیل کا تربیتی کردار:

بچپن کی تربیت میں کھیل کا اسلوب بہت مؤثر ہے۔ اس دور میں جو بچہ کھیل کے ذریعے سیکھتا ہے، وہ زندگی بھر اس کا اثر اپنے اندر رکھتا ہے۔ (خامنہ ای، ۰۱/۰۲/۱۳۹۰، خطاب بہ مسئولان آموزش و پرورش) آپ مزید فرماتے ہیں: بچوں کے کھیل کو سنجیدگی

سے لینا چاہیے۔ کھیل بچے کی فطری ضرورت ہے اور اس کی جسمانی و ذہنی نشوونما کے لیے لازم ہے۔ بچے کو کھیلنے سے نہ روکیں۔ (خامنہ ای، ۲۰/۰۳/۱۳۷۵، خطاب بہ مسئولان تربیتی)

۲۔ بچوں کے ساتھ کھیل میں شرکت

والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں کے ساتھ کھیلنے میں وقت گزاریں اور ان کے کھیل میں شریک ہوں۔ بچے کے ساتھ کھیلنا نہ صرف اس کی خوشی کا باعث ہے، بلکہ اس کے ساتھ والدین کا عاطفی رشتہ بھی مضبوط ہوتا ہے۔ (خامنہ ای، ۱۵/۰۲/۱۳۷۸، خطاب بہ خانوادہ ہا)

۳۔ بچوں کے ساتھ بچہ بن جانا

بچوں کے ساتھ بچہ بن جاؤ۔ جب تم ان کے ساتھ کھیلو تو انہی کی زبان میں بات کرو، انہی کی طرح ہنسو اور انہی کی طرح کھیلو۔ اس سے بچہ تمہاری بات آسانی سے سنتا اور قبول کرتا ہے۔ (خامنہ ای، ۱۰/۰۵/۱۳۸۰، خطاب بہ معلمان و مربیان)

۴۔ کھیل کے دوران ٹوکنے سے گریز

کھیل کے دوران بچوں کو ٹوکنے، جھڑکنے اور ڈانٹنے سے گریز کرو۔ اس سے ان کے اندر خود اعتمادی اور خوشی ختم ہو جاتی ہے۔ بچے کو کھیل کے میدان میں آزاد چھوڑ دو تاکہ وہ اپنی صلاحیتوں کو پہچان سکے۔ (خامنہ ای، ۲۵/۰۷/۱۳۸۳، خطاب بہ اساتید و مربیان)

۵۔ نرمی سے منع کرنا

اگر بچے کو کسی چیز سے روکنا ہو تو نرمی اور محبت سے روکو، زبردستی اور سختی سے نہیں۔ اس طرح وہ تمہاری بات دل سے قبول کرے گا۔

(خامنہ ای، ۱۲/۰۳/۱۳۸۵، خطاب بہ خانوادہ ہا)

۷۔ والدین کی ذمہ داری

بچوں کے ساتھ کھیلنا اور ان کی بات سننا والدین کی اہم ذمہ داریوں میں سے ہے۔ اس سے بچہ اپنے والدین کے قریب ہوتا ہے اور ان کی بات مانتا ہے۔ (خامنہ ای، ۱۵/۰۹/۱۳۹۵، خطاب بہ خانوادہ ہا)

نچوڑ

کھیل صرف وقت گزاری نہیں، بلکہ تربیت کا ایک مؤثر اور فطری اسلوب ہے۔ والدین اگر اس اسلوب کو قرآن و سیرتِ معصومین (ع) کے مطابق اپنائیں تو وہ نہ صرف بچے کی صحت مند نشوونما میں مدد کر سکتے ہیں، بلکہ اس کی شخصیت کو بھی سنوار سکتے ہیں اور اسے سمجھنے کا موقع بھی حاصل کر سکتے ہیں. البتہ کھیل میں زیادہ روی برتنے سے روکنا بھی ضروری ہے. ماہرین کے مطابق نرمی کے ساتھ روکنے کی کوشش کی جانی چاہیئے اور کھیل کا دورانیہ بھی پہلے سے ہی معین کیا جائے.

تربیت اولاد میں قصہ اور داستان گوئی کا اسلوب

قصہ اور داستان گوئی انسان کی تربیت کا ایک اہم اور مؤثر ذریعہ رہی ہے۔ یہ طریقہ نہ صرف قدیم تعلیمی نظاموں میں استعمال ہوتا رہا ہے بلکہ قرآن کریم نے بھی انسانوں کی ہدایت کے لیے بہترین قصوں سے استفادہ کیا ہے۔ داستانیں سننے کا شوق انسان کے فطری جذبات میں شامل ہے اور ان کے ذریعے زندگی کے حقائق کو خوبصورتی سے پیش کیا جاسکتا ہے۔

چنانچہ ماہرین تربیت کہتے ہیں کہ: قصہ اور داستان انسانوں کی تربیت میں غیر معمولی اثر رکھتے ہیں اور یہ ان تعلیمی طریقوں میں سے ایک ہے جس میں خاص کشش اور نفوذ ہے اور اس کے ذریعے زندگی کے حقائق اور واقعات کو نہایت خوبصورتی سے ترسیم کیا جا سکتا ہے اور اس کا اثر افراد میں مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ انسان ماضی کے لوگوں کی یادیں اور واقعات سننے کے خواہشمند ہوتے ہیں، بالخصوص وہ لوگ جن سے ان کا تعلق ہو۔ اور چونکہ انسان ایسے مناظر کو جو حقیقت نہیں رکھتے اپنے ذہن میں مجسم اور خلق کر سکتے ہیں، یہ ان کے لیے لذت بخش اور ثمر بخش ہے۔ داستان کا تربیتی فائدہ اس وقت زیادہ واضح ہوتا ہے جب داستان کے نکات اور عبرتیں داستان سے جڑی صورت میں اور زیادہ تاکید کے ساتھ بیان ہوں۔ (حاجی دہ آبادی، محمد علی، درآمدی بر نظام تربیتی اسلام، ص ۱۲۹-۱۳۰) قرآن جو انسانوں کی تربیتی کتاب شمار ہوتا ہے، اس طریقے سے متعدد استفادے کیے ہیں: نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَذَا الْقُرْآنَ ہم نے اس قرآنی کو جو تمہیں وحی کیا، تم پر بہترین داستانیں بیان کی ہیں۔ (سورہ یوسف، آیت ۲) قرآن کریم بہترین داستان اسے قرار دیتا ہے جو مخاطب کی عمل اور رویے کی صحیح راہ کی تشخیص میں مدد کرے اور اس طریقے سے اس کے لیے آرامش خاطر اور راحت قلبی فراہم کرے۔ کیونکہ پیغمبر اکرم (ص) سے خطاب میں آیا ہے: وَكُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ وَجَاءَكَ فِي هَذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَى لِلْمُؤْمِنِين

اور ہم پیغمبروں کی ہر ایک سرگذشت تم پر بیان کرتے ہیں، یہ وہ چیز ہے جس سے ہم تمہارے دل کو استوار کرتے ہیں، اور ان میں تمہارے لیے حق آیا ہے، اور مؤمنوں کے لیے اندرز اور تذکرہ ہے۔» (سورہ ہود، آیت ۱۲۰)

داستان سرائی ان طریقوں میں سے ہے جو قدیم اور جدید تعلیم و تربیت کے نظاموں میں استعمال ہوتا رہا ہے۔ ماہرین تعلیم و تربیت، حتیٰ کہ عارف اور شاعر بھی اسی طریقے سے تربیتی، اخلاقی اور عرفانی مفاہیم وغیرہ دوسروں تک منتقل کرتے رہے ہیں۔ (آرای دانشمندان مسلمان در تربیت و مبانی آن، زیر نظر آقای اعرافی، ج ۲، ص ۲۵۱) بچے بھی قصے اور داستان میں بہت دلچسپی دکھاتے ہیں۔ اول یہ کہ قصے کے ذریعے بچے کی قوت تخیل کو تقویت دی جاسکتی ہے اور ان خیالی داستانوں سے استفادہ کیا جاسکتا ہے جو بچے میں قوہ تخیل کے فعال ہونے کا باعث ہوں۔

یہ نہ بھولا جائے کہ خیال رکھنا چاہیے کہ قصہ بیان کرنے میں بہت زیادہ افراط و تفریط نہ ہو تاکہ بچہ خیالی نہ بن جائے۔ اگر ہم بچے کو کسی رویے سے منع کرنا چاہیں تو ہم ایک داستان کے قالب میں اس کی زشتی بیان کر سکتے ہیں اور برعکس اگر ہم اس کی تشویق کا ارادہ رکھتے ہیں تو پھر ایک داستان بیان کرکے اسے اس کام کی ترغیب دے سکتے ہیں۔

ہر داستان چونکہ داستان سرائی کا طریقہ ایک غیر مستقیم طریقہ ہے؛ ہمیں داستان کا نتیجہ براہ راست بچے کو نہیں بتانا چاہیے بلکہ اسے اجازت دینی چاہیے کہ اگر وہ کر سکتا ہے تو خود نتیجہ اخذ کرے۔ (سادات، محمد علی، راہنمائے پدران و مادران، ج ۲، ص ۴۲-۴۵)

قصہ گوئی کی اہمیت اور مفکرین کی توجہ

متعدد مفکرین اور علماء نے اس تربیتی روش کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے اس میدان میں نہایت عمدہ کام کیا ہے اور قیمتی داستانیں بیان کی ہیں۔ ان کی اور دیگر علماء کی اس طرف خاص توجہ خود اس بات کا ثبوت ہے کہ قصہ گوئی تربیت کا ایک نہایت اہم اور ضروری ذریعہ ہے۔

شہید مطہری (رہ) کے نزدیک بھی داستان گوئی تربیت کا ایک اہم اور مؤثر غیر مستقیم طریقہ ہے۔ انہوں نے صرف نظری گفتگو پر اکتفا نہیں کیا بلکہ خود اس میدان میں عملی اقدام کرتے ہوئے کتاب "داستانِ راستان" تحریر فرمائی۔ اس کتاب میں انہوں نے قرآن و احادیث اور تاریخی منابع سے ۱۲۵ مختصر اور حقیقی داستانیں جمع کیں اور نہایت سادہ و عام فہم زبان میں پیش کیں تاکہ نوجوان نسل ان سے بھرپور فائدہ اٹھا سکے۔ یہ کوشش اس بات کی واضح دلیل ہے کہ علماء و مفکرین نے ہمیشہ قصہ گوئی کو تربیت کا ایک بنیادی اور ناگزیر ذریعہ سمجھا ہے، جس کے ذریعے اخلاقی، دینی اور اجتماعی تعلیمات کو مؤثر انداز میں منتقل کیا جا سکتا ہے۔

داستان کی خصوصیات

ایک داستان میں درج ذیل خصوصیات ہونی چاہئیں تاکہ ثمر بخش و کارآمد ثابت ہو سکے

۱- قصے کو ترتیب اور خدائی جلوہ دیا جائے۔
۲- بچے کی عمر اور اس کی عقلی شرائط کا خیال رکھا جائے۔
۳- قصوں میں افراط و تفریط نہ ہو۔
۴- بچے کی جواب دہی کے راستے میں ہو۔
۵- بہترین قصہ منتخب کیا جائے۔
۶- داستان میں فتح حق کے ساتھ ہو۔
۷- داستان کی شخصیت انحراف سے دور ہو۔
۸- داستان مختصر ہو۔ (سادات، راہنمائے پدران و مادران، ج ۲، ص ۴۲-۴۵)

نچوڑ

آخر میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ قصہ گوئی کو تربیت کا مؤثر ذریعہ بنانے کے لیے ضروری ہے کہ داستان میں ترتیب اور خدائی جلوہ ہو، بچے کی عمر اور عقلی سطح کا خیال رکھا جائے، افراط و تفریط سے بچا جائے، بچے کو خود نتیجہ اخذ کرنے کا موقع دیا جائے، بہترین قصہ

منتخب کیا جائے، داستان میں حق کی فتح ہو، کردار انحراف سے پاک ہو اور داستان مختصر ہو۔ ان خصوصیات کو ملحوظ رکھنے سے داستان گوئی ایک خوبصورت اور ثمر بخش تربیتی طریقہ بن سکتی ہے.

: تربیت اولاد میں تشویق کا اسلوب

انسان فطرتاً کمال، نیکی اور قدر شناسی کا طلبگار ہے۔ اسے اچھے اعمال پر تشویق اور تعریف کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ مزید نیکی کی طرف راغب ہو اور اس کے اندر موجود صلاحیتیں نکھر کر سامنے آئیں۔ اگر نیک کاموں پر توجہ نہ دی جائے تو مایوسی اور دلسردی جنم لیتی ہے۔ قرآن و حدیث میں بھی نیکوکاروں کی تشویق اور تحسین کی تاکید ملتی ہے، کیونکہ یہ تربیت کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔

کیونکہ ہر انسان اپنی فطرت کی بنیاد پر کامل تر ہونے کی طرف مائل ہے اور کمالات اور نیکی اور تشویق و قدر شناسی کا میل رکھتا ہے؛ اسی بنیاد پر اسے تشویق اور تعریف کرنی چاہیے تاکہ دلگرم ہو اور اس کی انجام دہی کے لیے زیادہ رغبت پائے۔ اور اگر اس کی کمالات کے حصول کی کوشش سے بے اعتنائی کی جائے تو یہ اس کے انگیزے میں کمی اور دلسردی کا باعث بنتی ہے۔ خداوند نے بھی قرآن میں پیغمبر اکرم (ص) سے خطاب کرتے ہوئے حکم دیا کہ مؤمنوں کو تشویق کریں:وَلِلّهِ مَا فِی السّمَاوَاتِ وَمَا فِی الْأَرْضِ لِيَجْزِيَ الّذِينَ أَسَاءُوا بِمَا عَمِلُوا وَيَجْزِيَ الّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَى. اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب خدا کی ملک ہے (مخلوق کے اعمال کا حکم اسی کے پاس ہے) کہ بدکاروں کو ان کے کیے کی سزا دے اور نیکوکاروں کو بہترین پاداش عطا کرے۔ (سورہ نجم، آیت ۳۱)

اگر نیکوکار اور بدکار، عالم اور جاہل، مطیع اور عاصی کے ساتھ یکساں سلوک کیا جائے تو نظام تربیت مختل ہو جاتا ہے اور نیکی اور دانائی اور بندگی کا انگیزہ زائل ہو جاتا ہے اور برائی اور نادانی کی طرف میل بڑھ جاتا ہے۔

تشویق اور تحسین کے ذریعے ہم بچوں کی پوشیدہ استعدادوں کو شکوفا کر سکتے ہیں اور ان کے نیک کاموں میں اضافے کا باعث بن سکتے ہیں۔ بچہ چاہتا ہے کہ اچھے کام کے بدلے جو اس نے انجام دیا والدین کی تحسین اور تشویق کا نشانہ بنے لیکن اگر وہ انہیں تشویق نہ کریں تو یہ اس کی دلسردی کا باعث بنتا ہے۔ لیکن توجہ رکھنی چاہیے کہ تشویق میں زیادتی نہ ہو جو تربیتی آفتوں میں سے ایک شمار ہوتی ہے اور اس کا باعث بنتی ہے کہ بچہ اپنے تمام کاموں سے تشویق کی توقع رکھے کہ اگر یہ توقع پوری نہ ہو تو یہ اس کی مایوسی اور حقارت کا باعث بنتی ہے۔ (مظاہری، ہشدارہائے تربیت، ص ۸۶) امیر المؤمنین علی (ع) نے دوسروں کی تشویق کے بارے میں مالک اشتر کو اس طرح سفارش کی ہے:وَوَاصِلْ فِی حُسْنِ الثّنَاءِ عَلَيْهِمْ وَتَعْدِيدِ مَا أَبْلَى ذُو الْبَلَاءِ مِنْهُمْ؛ فَإِنّ كَثْرَةَ الذّكْرِ لِحُسْنِ أَفْعَالِهِمْ تَهَزُّ الشُّجَاعَ وَتَحْرِضُ النّاكِلَ، إِنْ شَاءَ اللّهُ. انہیں نیکوئی سے یاد کرو اور پیوستہ ان کی تشویق کرو اور وہ اہم کام جو انہوں نے انجام دیے ہیں شمار کرو؛ کیونکہ ان کے نیک کاموں کا یاد کرنا ان کے بہادروں کو زیادہ کوشش اور حرکت پر ابھارتا ہے اور کام چھوڑنے والے کو خدا کے چاہنے سے کام اور تلاش کی ترغیب دیتا ہے۔» (نہج البلاغہ، نامہ ۵۳) تشویق کرنا فرد کی توانائیوں کو بڑھاتا ہے اور اس پر تعالیٰ کی راہ کھولتا ہے اور اس کے اعتماد بہ نفس کو تقویت دیتا ہے؛ لیکن تشویق اس وقت نتیجہ بخش

ہے جب درست اور صحیح آداب کی بنیاد پر عمل میں لائی جائے۔ تشویق کی اقسام اور اہم نکات ہیں جو آیندہ مضامین میں مفصل بیان ہوں گے۔ رہبر شہید امام خامنہ نے بھی تربیت اولاد کے اس کارآمد اسلوب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے بروئے کار لانے کا طریقہ بیان کیا ہے۔ آپ کے فرامین سے معلوم ہوتا ہے کہ تشویق میں جہاں اعتدال ضروری ہے وہیں تشویق کا اچھی کارکردگی کے مقابلے میں ہونا بھی لازمی ہے۔ نیز تشویق کے دوران مندرجہ ذیل نکات کی رعایت لازمی ہے۔

۱. تشویق کا محل معین ہو

تشویق اچھی چیز ہے، لیکن اس کا تعلق حقیقی طور پر اچھی کارکردگی سے ہونا چاہیے۔ جب قاری واقعی اچھی تلاوت کرے تو تشویق کی جائے، نہ کہ محض رسمی طور پر ہر آیت پر۔ (۱۳۹۸/۸/۱۶/قرآن کے قاریوں سے خطاب)

۳. تشویق میں اعتدال اور موقع شناسی

تم کوشش کرو کہ جہاں وہ اچھا پڑھے وہاں تشویق کرو۔ "یعنی تشویق کا معیار قاری کی کارکردگی ہونی چاہیے، نہ کہ کوئی رسمی پابندی۔ (۱۳۹۸/۸/۱۶/قرآن کے قاریوں سے خطاب)

نچوڑ

تشویق ایک طاقتور تربیتی وسیلہ ہے جو فرد کے اعتماد، حوصلے اور نیک اعمال میں اضافہ کرتا ہے۔ تاہم تشویق میں اعتدال ضروری ہے، کیونکہ حد سے بڑھی ہوئی تعریف بچے میں غلط توقعات اور مایوسی کا سبب بن سکتی ہے۔ درست آداب کے ساتھ کی گئی تشویق ہی حقیقی تربیتی ثمرات کی حامل ہوتی ہے۔ تشویق کی اقسام اور اہم نکات ہیں جو آیندہ مضامین میں مفصل بیان ہوں گے۔

تربیت اولاد میں تنبیہ کا اسلوب

تربیت اولاد والدین کی زندگی کا اہم ترین فریضہ ہے۔ اسلام نے بچوں کی تربیت پر بہت زور دیا ہے اور والدین کو ہدایت دی ہے کہ وہ اپنے فرزندوں کی صحیح تربیت کریں تاکہ وہ نیک اور صالح افراد بن سکیں۔ تربیت کے مختلف طریقوں میں سے ایک "تنبیہ" کا طریقہ بھی ہے، جس کا استعمال زندگی کے تمام ادوار میں ضروری اور مفید ہے۔ تاہم اس کے اعمال میں بہت دقت کی ضرورت ہے تاکہ مطلوبہ نتیجہ حاصل ہو سکے۔

اس طریقے کا استعمال زندگی کے تمام ادوار میں ضروری اور مفید ہے۔ (سادات، محمد علی، راہنمائے پدران و مادران، ص ۹۰-۸۹) لیکن اس کے اعمال میں بہت دقت ہونی چاہیے تاکہ مطلوبہ نتیجہ حاصل ہو۔ اولاد کی تنبیہ اور تحقیر دوسروں کے سامنے اس کی شخصیت کو پارہ پارہ کرتی ہے اور وہ پھر نیک کاموں کی طرف نہیں بڑھتا اور پسندیدہ کام کی طرف کوئی میل نہیں رکھتا۔ ائمہ علیہم السلام (ع) سے بہت سی سفارشیں ہمیں ملتی ہیں جن میں فرماتے ہیں: لَا تَضْرِبْهُ وَاهْجُرْهُ وَلَا تُطِلْ (بحارالانوار، ج ۲۳، ص ۱۱۴) بچے کو نہ مارو بلکہ اس سے قہر کرو، لیکن تمہارا قہر لمبا نہ ہو۔ تنبیہ اچھی ہے لیکن اگر اس میں افراط ہو تو روحی بیماریوں کا باعث بنتی ہے۔

جسمانی تنبیہ بھی زیادہ کارساز نہیں کیونکہ ممکن ہے فرزند ظاہراً اس کام سے دست بردار ہو جائے لیکن بعد میں جب والدین کی نظر سے دور ہو تو دوبارہ وہ کام کرے، کیونکہ کوئی نہیں جو اسے مارے۔ البتہ کچھ مقامات پر اسلام نے سفارش کی ہے کہ ہم اپنے بچوں کو حتیٰ تنبیہ بھی کریں۔ امام صادق (ع) سے ایک حدیث میں آیا ہے کہ فرماتے ہیں: جب بچہ ۹ سال کی عمر کو پہنچے تو اسے وضو کرنا سکھاؤ اور وضو کرنے اور نماز پڑھنے پر مجبور کرو، اگر تخلف کرے تو تنبیہ کرکے نماز پڑھنے پر مجبور کر سکتے ہو۔ (وسائل الشیعہ، ج ۴، ص ۲۰) یہ اسلوب بھی پچھلے اسلوب تشویق کی طرح آثار اور اقسام رکھتا ہے جو آئندہ فصلوں میں بیان کریں گے۔

نچوڑ

خلاصہ یہ کہ تنبیہ کا طریقہ تربیت اولاد میں ایک مؤثر ذریعہ ہے، لیکن اس کے استعمال میں اعتدال اور حکمت ضروری ہے۔ بچوں کی دوسروں کے سامنے تحقیر اور جسمانی سزا سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ اس سے بچے کی شخصیت مجروح ہوتی ہے اور وہ نیک کاموں سے دور ہو جاتا ہے۔ اسلام نے جہاں تنبیہ کی اجازت دی ہے وہاں اس کے حدود اور شرائط بھی مقرر کیے ہیں۔ والدین کو چاہیے کہ وہ محبت، نرمی اور حکمت کے ساتھ تربیت کریں اور تنبیہ کو آخری ذریعہ کے طور پر استعمال کریں، اور اس میں بھی افراط سے بچیں تاکہ بچے کی روحی اور جسمانی صحت پر منفی اثرات نہ پڑیں۔

ماحصل

زیر بحث مضمون اس کا بنیادی مقصد تربیت اولاد کے ان بنیادی اسالیب کا جائزہ پیش کرنا ہے جو تربیتی اہداف کے حصول کے لیے نہایت ضروری اور لازمی سمجھے جاتے ہیں۔ تحقیق کا طریقہ کار توصیفی و تحلیلی ہے اور اس میں قرآن کریم کی آیات، معتبر روایات اور اسلامی مفکرین کی آراء کو بطور مصادر استعمال کیا گیا ہے۔

تربیت کا مفہوم صرف مادی پرورش تک محدود نہیں بلکہ یہ قوتِ بالقوہ کو فعلیت تک پہنچانے، استعدادوں کو شکوفا کرنے اور ناپسندیدہ اخلاقی صفات کے تزکیہ کو شامل ہے۔ تربیت، زندگی کے ساتھ لازم و ملزوم ہے اور انسان جب تک زندہ ہے تربیت کا محتاج ہے۔

مضمون میں تربیت ولاد کے چھ بنیادی اسالیب کا جائزہ لیا گیا ہے۔ پہلا اسلوب اسوہ سازی یعنی مثالی نمونہ ہے، جو سب سے اہم اسلوب ہے کیونکہ بچہ فطری طور پر اپنے والدین کی نقل کرتا ہے۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے اعمال و کردار کے ذریعے بچے کے لیے مثالی نمونہ بنیں۔ رہبر شہید کے افکار میں مثبت نمونوں کو پیش کرنا، ان کی خصوصیات بیان کرنا، منفی نمونوں سے بیزاری پیدا کرنا اور متربی کے اندر اندرونی رغبت پیدا کرنا شامل ہے۔ دوسرا اسلوب وعظ و نصیحت ہے، جو وہ فطری اور قرآنی اسلوب ہے جو انسان کے دل کی گہرائیوں میں اتر کر نیکی کا جذبہ بیدار کرتا ہے۔ اس کے مؤثر ہونے کی تین شرطیں ہیں: نصیحت کرنے والا خود عمل کرے، نصیحت حد سے تجاوز نہ کرے، اور نصیحت نرمی، محبت اور عزتِ نفس کے ساتھ ہو۔ قرآن نے وعظ کو شفا، ہدایت اور رحمت قرار دیا ہے۔

تیسرا اسلوب کھیل کا اسلوب ہے، کیونکہ کھیل بچے کی فطرت کا حصہ ہے اور اس کی صحت مند نشوونما کا ذریعہ ہے۔ روایات میں آیا ہے کہ بچے کو سات سال کی عمر تک کھیلنے دیا جائے۔ والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں کے ساتھ کھیل میں شریک ہوں اور کھیلتے وقت خود کو بچوں کی سطح پر لائیں۔ چوتھا اسلوب قصہ اور داستان گوئی ہے، جو غیر مستقیم تربیت کا بہترین ذریعہ ہے۔ قرآن کریم نے انسانوں کی ہدایت کے لیے بہترین قصوں سے استفادہ کیا ہے۔ داستان میں ترتیب، بچے کی عمر کا خیال، افراط و تفریط سے گریز، حق کی فتح اور مختصر ہونا ضروری ہے۔

پانچواں اسلوب تشویق کا اسلوب ہے، کیونکہ انسان فطرتاً کمال اور قدر شناسی کا طلبگار ہے۔ تشویق سے بچوں کی پوشیدہ استعدادوں کو نکھارا جا سکتا ہے۔ تاہم تشویق میں اعتدال ضروری ہے کیونکہ حد سے بڑھی ہوئی تعریف بچے میں غلط توقعات اور مایوسی کا سبب بن سکتی ہے۔ چھٹا اسلوب تنبیہ کا اسلوب ہے۔ تنبیہ اچھی ہے لیکن اگر اس میں افراط ہو تو روحی بیماریوں کا باعث بنتی ہے۔ بچوں کی دوسروں کے سامنے تحقیر اور جسمانی سزا سے گریز کرنا چاہیے۔ اسلام نے جہاں تنبیہ کی اجازت دی ہے وہاں اس کے حدود اور شرائط بھی مقرر کیے ہیں۔ والدین کو چاہیے کہ تنبیہ کو آخری ذریعہ کے طور پر استعمال کریں۔

نتائج کے طور پر کہا جا سکتا ہے کہ تربیت اولاد کے یہ تمام اسالیب قرآن و سنت میں تصریح شدہ ہیں اور ان کا بروقت و مناسب استعمال بچے کی شخصیت، اعتماد نفس، عزت نفس اور اخلاقی نشوونما پر مثبت و سازندہ اثرات مرتب کرتا ہے۔ تاہم ان اسالیب میں افراط و تفریط نقصان دہ ہے اور اعتدال ہی تربیت کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ والدین کو چاہیے کہ وہ محبت، نرمی اور حکمت کے ساتھ تربیت کریں تاکہ صالح اولاد، معاشرے کے حوالے کر سکیں۔

منابع

۱. قرآن کریم

۲. الاصفهانی الراغب، المفردات، ترجمه خسروی حسینی، انتشارات مرتضوی

۳. احمدی، احمد، اصول و روشهای تربیت در اسلام، ناشر دانشگاه تهران، چاپ چهارم ۱۳۸۰

۴. امینی، ابراهیم، اسلام و تعلیم وتربیت، تهران سازمان انجمن اولیاء و مربیان، چاپ پنجم، بهار ۱۳۷۹

۵. امانوئل کانت، تعلیم وتربیت، ترجمه غلامحسن شکوهی، انتشارات دانشگاه تهران ۱۳۷۲

۶. امام خمینی، صحیفه نور، سازمان مدارک فرهنگی انقلاب اسلامی، وزارت فرهنگ وارشاد اسلامی، چاپ دوم ۱۳۷۲

۷. اسماعیل یزدی، عباس، فرهنگ تربیت، ناش مسجد مقدس جمکران، قم ۱۳۸۲

۸. بیابانگرد، اسماعیل، راهنمای والدین ومعلّمان در تربیت وآموزش کودکان، دفتر نشر فرهنگ اسلامی، چاپ ششم ۱۳۸۶

۹. تهرانی دلشاد، سیری در تربیت اسلامی، تهران، مؤسسه نشر و تحقیقات ذکر، چاپ اول تابستان ۱۳۷۶

۱۰. جیمز دابسون، پدر و مادر مرا تربیت کنید، ترجمه اسماعیل کیوانی، انتشارات حسام چاپ اول ۱۳۷۱

۱۱. جلالی، مهدی، روانشناسی کودک، تهران، ۱۳۲۲

۱۲. حسینی، زاده سید علی، سیره و تربیتی پیامبر و اهل بیت(ع)، زیر نظر آقای اعرافی پژوهشگاه حوزه و دانشگاه، چاپ چهارم، پائیز ۱۳۸۴

۱۳. حجتی، سید محمد باقر، اسلام و تعلیم وتربیت، ، تهران دفتر نشر فرهنگی اسلامی، چاپ چهارم، تابستان ۱۳۶۸

۱۴. حاجی، ده آبادی محمد علی، درآمدی بر نظام تربیتی اسلام، دفتر تحقیقات وتدوین متون درسی، مرکز جهانی علوم اسلامی، چاپ اول، قم تابستان ۱۳۷۷

۱۵. دکتر نینا ردنور، روانشناسی و دشواریهای تربیتی کودک، به همکاری ایزابل جانسون، مترجم منوچهر نیستانی، مؤسسه مطبوعاتی عطائی، چاپ سوم خرداد ۱۳۵۱

۱۶. رشیدپور، مجید، آشنایی با تعلیم وتربیت، انتشارات انجمن اولیاء و مربیان، چاپ ششم تابستان ۱۳۷۸

۱۷. رشیدپور، مجید، چگونه باید تربیت کرد، انتشارات انجمن اولیاو مربیان، چاپ اول بهمن ۱۳۶۳

۱۸. رهبر، محمد تقی و رحیمیان، محمد حسین اخلاق و تربیت اسلامی، ، ناشر سازمان مطالعه وتدوین کتب علوم انسانی دانشگاهها (سمت) ۱۳۲۹

۱۹. راسل، در تربیت، مؤسسه مطبوعاتی، چاپ چهارم مرداد ۱۳۴۷

۲۰. ژان پیاژه، زندگی وپرورش کودک، تهران، انتشارات نیما (بی تا)

۲۱. سیف، علی اکبر، روانشناسی تربیتی وپرورشی، انتشارات آگاه، چاپ سوم تابستان ۱۳۷۷
۲۲. سادات، محمد علی، راهنمای پدران و مادران، دفتر نشر فرهنگ اسلامی، چاپ چهارم، تهران، ۱۳۷۴
۲۳. شریعتمداری، علی، تعلیم وتربیت اسلامی، تهران، انتشارات امیر کبیر ۱۳۷۵
۲۴. شعاری نژاد، علی اکبر، روانشناسی رشد، انتشارات کتابفروشی تهران، چاپ سوم، دی ماه ۱۳۴۴
۲۵. صانعی، سید مهدی، پژوهشی در تعلیم وتربیت اسلامی، ناشر مؤلف پائیز ۱۳۷۵
۲۶. عطاران، محمد، آراء مربیان بزرگ مسلمان درباره تربیت کودک، تهران، وزارت آموزش وپرورش سازمان پژوهش وبرنامه ریزی، تابستان ۱۳۶۸
۲۷. عثمانی، عبدالرحیم، روانشناسی از دیدگاه غزالی و دانشمندان اسلامی، ترجمه محمد باقر حجتی، دفتر نشر فرهنگ اسلامی، چاپ چهارم پائیز ۱۳۶۵
۲۸. فلسفی محمد تقی، کودک از نظر وارثت، هیئت نشر فرهنگ معارف اسلامی، چاپ سیز دهم، ۱۳۶۳
۲۹. فائضی، علی، مهر طلبی کودکان، مجلّه پیوند شماره ۱۲۲، سال ۶۸
۳۰. فائضی، علی وآشتیانی محسن، مبانی تربیت واخلاق اسلامی، قم انتشارات روحانی ۱۳۷۵
۳۱. فرقانی، منصور، مبانی فقهی و حقوقی جرائم وتأدیب کودک، انتشارات انجمن اولیا و مربیان ۱۳۷۹
۳۲. قائمی، علی، نقش مادر در تربیت، انتشارات امیری، چاپ یازدهم بهار ۱۳۷۷
۳۳. قائمی، محمد رضا، روشهای آسیب زا در تربیت، پژوهشکده حوزه و دانشگاه، چاپ اول پائیز ۱۳۸۲
۳۴. قائمی، علی، زمینه تربیت، تهران انتشارات امیری، چاپ چهارم، ۱۳۶۵
۳۵. کلینی راضی، محمد بن یعقوب، اصول کافی، ترجمه سید جواد مصطفوی، دفتر نشر فرهنگ اهل بیت (ع) تهران (بی تا) وانتشارات دار الکتب الاسلامیه چاپ چهارم ۱۳۶۵
۳۶. مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ناشر اسلامیه، چاپ تهران- بی تا
۳۷. مکارم شیرازی، ناصر، پیام قرآن، ، ناشر مدرسه الامام علی بن ابیطالب (ع) چاپ دوم ۱۳۷۵
۳۸. مطهری، مرتضی، تعلیم وتربیت در اسلام، انتشارات صدرا ۱۳۶۸
۳۹. مظاهری، علی اکبر، هشدارهای تربیتی، مؤسسه انتشارات هجرت، چاپ دوم زمستان ۱۳۷۴
۴۰. یکتا شکوهی، محسن، تعلیم وتربیت، دوره کاردانی تربیت معلم، ،انتشارات چاپ و نشر ایران ۱۳۷۰
۴۱. بیانات رهبر شهید انقلاب. khamnai.ir